لیبیا میں اسلامی قانون کا نفاذ

کرنل معمر القذافی کی قیادت میں لیبیا کو اسلام کی تجربہ گاہ بنانے کی عظیم الشان کوشش

(از جناب خلیل حامدی صاحب)

(یہ مضمون کویت کے ہفت روزہ المجتمع اور لیبیا کے ماہنامہ الھدیٰ الاسلامی سے لیا گیا ہے)

لیبیا میں کرنل معمر القذافی کی قیادت میں جو حیرت انگیز اصلاحی انقلاب برپا ہو رہا ہے اُس کی خبریں وقتاً فوقتاً عالمی اخبارات میں چھن چھن کر آتی رہتی ہیں۔ مگر چونکہ بین الاقوامی خبر رساں ادارے اور اخبارات ان طاقتوں کے ہاتھ میں ہیں جو اسلام سے شدید عناد رکھتی ہیں اور اسلام کے احیاء کا نام سنتے ہی برافروختہ ہو جاتی ہیں اس لیے لیبیا کے اصلاحی انقلاب کی صحیح تصویر مسلم دنیا کے سامنے نہیں آ رہی ہے۔ ہم یہ مفصل معلومات پہلی مرتبہ پاکستان کے قانون دان طبقوں اور اسلام دوست حضرات کے سامنے رکھ رہے ہیں تاکہ انہیں اپنے ملک کی تعبیرِ نو کے خطوط وضع کرنے میں اپنے بھائی اور دوست ملک سے کچھ رہنمائی حاصل ہو سکے۔

یہ مضمون تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ ایک ابتدائی رپورٹ ہے جو لیبیا کی عدالتِ عالیہ کے چیف جج جناب علی علی منصور نے لیبیا کی انقلابی کونسل کو پیش کی ہے۔ اس رپورٹ میں انہوں نے قانون دان ہونے کی حیثیت سے اس امر پر بحث کی ہے کہ اگر لیبیا کے اندر اسلامی قانون نافذ کیا جائے تو اس کے لیے کیا طریقِ کار اختیار کرنا چاہیے اور متوقع مشکلات کو کس طرح حل کرنا چاہیے۔ یہ رپورٹ نہایت اہم اور عملی اور مثبت تجاویز پر مشتمل ہے۔

دوسرا حصہ انقلابی کونسل کے ایک حکمنامہ پر مشتمل ہے۔ عدالتِ عالیہ کے چیف جج کی طرف سے جب مذکورۂ بالا رپورٹ انقلابی کونسل کو پیش کی گئی تو کونسل نے رپورٹ کی بیان کردہ تجاویز و تدابیر کے مطابق اسلامی قانون کے نفاذ کے لیے بلاتاخیر عملی اقدام کر دیا اور فوراً ایک حکمنامہ جاری کر دیا جس کی

رُو سے اس مبارک انقلاب کا آغاز ہو گیا۔ اس حکمنامے کے اہم اجزاء ہم نے نقل کر دیئے ہیں۔ قارئین اس حکمنامے کے مطالعہ سے اندازہ لگا لیں گے کہ لیبیا کے اندر اس وقت کس طرح اربابِ قضاء قانون، علمائے فقہ و شریعت اور اصحابِ علم و فکر حرکت میں آچکے ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر ملتِ اسلامی کی کیسی خوش قسمتی ہو گی کہ اہلِ علم قدیم و جدید کی بحثوں کو چھوڑ کر عصرِ حاضر میں اسلامی نظامِ حیات کے قیام پر متفق اور ہم آواز ہو جائیں۔

تیسرا حصہ انقلابی کونسل ہی کی ایک توضیحی یادداشت ہے۔ یہ یادداشت انقلابی کونسل نے اسلامی قانون کے حکمنامے کے ساتھ آویزاں کر دی ہے۔ انقلابی کونسل کے ارکان اور انقلابی کونسل کے سربراہ کرنل قذافی شریعتِ اسلامی کے بارے میں جس ایمان و یقین سے لبریز و سرشار ہیں اُس کی جھلک یادداشت کے اندر دیکھی جا سکتی ہے۔ یہ یادداشت معذرت خواہانہ انداز سے کوسوں دُور ہے۔ اس کا مطالعہ ایمان کے اندر جوش و ولولہ اور شریعتِ اسلامی کے بارے میں مسلمان کے اندر غیر معمولی محبت و وارفتگی کے جذبات اُبھارتا ہے۔ ذیل میں مضمون کی تینوں کڑیاں ترتیب وار درج کی جاتی ہیں۔

(۱)

عدالتِ عالیہ کے چیف جسٹس کی ابتدائی رپورٹ

اسلامی فقہ کی حقیقت اسلام ایک جامع اصطلاح ہے۔ یہ عقیدہ و شریعت اور دینی معاملات اور دنیاوی امور پر حاوی ہے۔ قرآن اُس آخری شریعت کا ماخذِ اوّل ہے جس میں وہ تمام اصولی احکام نازل کر دیئے گئے ہیں جو عبادات اور معاملات سے متعلق ہیں۔ قرآنِ کریم کے اصولی ضابطے ایک طرف یہ واضح کرتے ہیں کہ خالق کے ساتھ انسان کا تعلق کس طرح کا ہونا چاہیے، دوسری طرف یہ بتاتے ہیں کہ جس معاشرے کے اندر انسان جیتا ہے اس کے ساتھ اُسے کیا رویّہ اختیار کرنا چاہیے۔ اور تیسری طرف یہ رہنمائی بھی فراہم کرتے ہیں کہ اسلامی ریاست کو دوسری ریاستوں کے ساتھ جنگ اور صلح دونوں حالتوں میں کس طرح معاملات اُستوار کرنے چاہییں۔ قرآنِ کریم نے ان اصولی ضابطوں کے سوا دیگر تمام امور اجتہاد کے لیے چھوڑ دیئے ہیں تاکہ زمانے اور مقام کی ضروریات کے مطابق انہیں طے کیا جاتا رہے۔

اجتہادی کوششیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور میں شروع ہو گئی تھیں اور صحابۂ کرام اور ان کے بعد تابعین کے دَور میں ان کے اندر غیر معمولی ترقی ہوئی۔ چنانچہ اِن اجتہادات کی بدولت اسلامی تاریخ کے اندر ایسا عظیم قانونی سرمایہ وجود میں آگیا جس کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اس سرمائے کا جائزہ

یسجیے تو معلوم ہو گا کہ یہ اُن تمام مسائل کا آسان ترین اور اعلیٰ ترین حل پیش کرتا ہے جو افراد کو بار بار ہستوں کو مختلف رنگ میں پیش آتے رہتے ہیں۔ اِس فقہی نظام کو جو کئی مسلکوں پر مشتمل ہے اسلامی شریعت کہا گیا ہے۔ فقہی مسلک کثیر تعداد میں ہیں۔ بیس سے بھی زیادہ ہیں۔ ان میں اہلِ سُنت کے چاروں مسلک یعنی حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی بھی شامل ہیں۔ علاوہ ازیں شیعہ کے دونوں مذہب اثنا عشری اور زیدی اور مذہب اباضیہ (خوارج) اور مذہب ظاہری بھی ان میں شامل ہیں۔ یہی وہ آٹھوں مذہب ہیں کہ جب پچھلے عرصہ میں مصر کے اندر اسلامی فقہ کی انسائیکلوپیڈیا کی تدوین شروع ہوئی تو صرف اِن آٹھوں مذاہب ہی کو اس کا دارومدار قرار دیا گیا۔

فقہ اسلامی کی تدوین جدید بے شک مختلف معاشروں اور مختلف ماحول میں نئے نئے حالات اور مسائل سر اٹھاتے رہتے ہیں اور مختلف زمانوں اور مختلف مقامات میں ہر مسئلہ کے لیے مناسب فیصلہ تلاش کرنا ماہرینِ فقہ کے لیے بعید مشکل ہے۔ کیونکہ عہدِ حاضر میں ماہرینِ فقہ بالعموم کسی ایک ہی مذہب کے اندر تخصّص حاصل کرتے ہیں۔ اِسی طرح اجتہاد کی شرائط اور دونوں اساسی ماخذوں (قرآن اور سُنّت) سے احکام کا استنباط اِس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ تمام علومِ دین پر گہری اور جامع بصیرت حاصل کی جائے۔ فقہ کے مذاہب اور علوم کو پڑھا جائے، اصولِ قانون کا علم حاصل کیا جائے، علمِ حدیث، علوم لغت اور منطق اور کلام کے علوم پر کامل نظر ہو۔ دورِ حاضر میں دین اور شریعت کے علماء کے اندر ان تمام شرائط کا بدرجہ وافر پایا جانا سخت دشوار ہے۔ شریعت اسلامی کا اصل الاصول یہ ہے کہ شریعت کے بنیادی ضابطوں کی پوری پابندی کے ساتھ ساتھ لوگوں کی مصلحتوں کا لحاظ بھی کیا جائے اور انہیں تنگی میں مبتلا نہ کیا جائے۔ چنانچہ اِن تمام پہلوؤں کے مدِنظر ہمارا اور ہمارے موجودہ قانون ساز ادارے کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ اُن احکامِ اسلامی کا ایک مجموعہ (کوڈ) مدوّن کیا جائے جو موجودہ زمانے میں انسانوں کی مصلحتوں کو پورا کرتے ہوں۔ یہ مجموعہ مرتّب اور مُبوّب دفعات کی شکل میں ہو۔ اور اسی انداز میں قوانین کو مختلف گروپوں میں ڈھالا جائے جس طرح عصری قوانین مختلف مجموعوں میں ملتے ہیں تاکہ لوگوں کے لیے اِن قوانین کا جاننا اور ان کی پابندی کرنا آسان ہو جائے۔ اور ججوں کو بھی یہ سہولت حاصل ہو جائے کہ وہ پیش آمدہ قضیوں کے لیے آسان راستے سے صحیح حکم تک پہنچ سکیں۔

اس وقت ہمارے سامنے اس موضوع پر ایک بڑی کامیاب کوشش ہے۔ یہ کوشش انیسویں صدی کے آخر میں مرحوم محمد قدری پاشا نے دین و شریعت کی خدمت کے باب میں انجام دی ہے۔ مرحوم نے مذہب حنفی کی رُو سے شخصی قانون (پرسنل لا) کو دفعہ وار اور باب وار مدوّن کر دیا اور اُسے "مرشد الحیوان فی معرفۃ احوال الانسان" کے نام سے شائع کر دیا۔ اسی طرح انہوں نے وقف کے احکام کو بھی جن میں وقف علی الافراد اور رفاہی وقف دونوں شامل ہیں مرتب و مدوّن کر دیا۔ ان کی کتاب "قانون العدل والانصاف فی حلّ مشکلات الاوقاف" اسی کوشش اور محنت کا نتیجہ ہے۔

اسلامی قانون کے نفاذ کے مختلف طریقے | گذشتہ بحث کی روشنی میں ذہن کے اندر چند تدابیر اور تجاویز وارد ہوتی ہیں۔ انہیں ہم ذیل میں بیان کریں گے، اور پھر الگ الگ ان پر تبصرہ کریں گے اور اُن کا جائزہ لیں گے۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اُن میں سے صحیح ترین اور سہل ترین تدبیر کو اختیار کر لیں۔ وہ تدابیر و تجاویز مختصراً یہ ہیں:

۱۔ یا تو شریعتِ اسلامی کے تمام احکام کو قانونی دفعات میں مرتب کر دیا جائے اور یوں ان کے نفاذ کی راہ ہموار کر دی جائے۔ ساتھ ہی ایک فوری حکمنامے کے ذریعے مروّج قوانین کو منسوخ قرار دے دیا جائے۔ یا

۲۔ لیبیا کی انقلابی کونسل کی جانب سے ایک حکم نامہ صادر کیا جائے جس میں اسلامی شریعت کو جمہوریہ لیبیا کے اندر قانون سازی کا واحد ماخذ قرار دے دیا جائے۔ اور ججوں پر لازم کر دیا جائے کہ وہ مروّجہ قوانین میں سے جو قانون شریعت کے احکام اور اس کے اصولی ضابطوں کے خلاف پائیں اُسے نافذ نہ کریں۔

۳۔ یا پھر شریعتِ اسلامی کے احکام کو بتدریج نافذ کیا جائے اور اس کی عملی صورت یہ ہو کہ موجودہ قوانین کو باقی تو رکھا جائے لیکن ساتھ ہی ان کے الفاظ و رُوح کا جائزہ لینا شروع کر دیا جائے۔ ان میں سے جو چیز اسلامی شریعت کے اساسی قواعد کے خلاف ہو اُسے چھانٹ دیا جائے اور ایسے ترمیمی قوانین صادر کیے جائیں جو انہیں اسلامی شریعت کے مطابق کرنے والے ہوں۔

۴۔ اگر مذکورہ تیسری تدبیر کو اختیار کر لیا جائے تو پھر فوری تجویز یہ ہے کہ انقلابی کونسل ایک حکمنامہ صادر کر دے جس میں اعلان کر دیا جائے کہ شریعتِ اسلامی آج سے تمام ملکی قوانین کا واحد یا بنیادی

ماخذ ہو گی۔

اب ہم اوپر کی تمام تدابیر پر الگ الگ بحث کرتے ہیں:

پہلی تدبیر یہ ہے کہ شریعت کے تمام احکام کے نفاذ کی تمہید کے طور پر انہیں مدوّن کر لیا جائے اور ساتھ ہی ایک حکمنامہ جاری کر کے موجودہ قوانین کو منسوخ کر دیا جائے۔ یہ تدبیر پہلی نظر میں تو بڑی خوشنما اور مثالی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کے طریقۂ نفاذ پر بھی غور کر لیا جائے۔ یہ سوچا جا سکتا ہے کہ اس تدبیر کا نفاذ یوں ہو کہ انقلابی کونسل قرارداد صادر کر کے یہ فیصلہ کر دے کہ موجودہ قوانین منسوخ کر دیئے جاتے ہیں اور ان کی جگہ اسلامی شریعت کے احکام نافذ کیے جاتے ہیں لیکن بیک جنبشِ قلم رائج قوانین اور موجودہ قانونی نظام کو کوئی متبادل فراہم کیے بغیر منسوخ کر دینا ناممکن ہے۔ متبادل سے مراد ایسا مکمل اور منضبط قانونی نظام ہے جو شریعتِ اسلامی سے ماخوذ ہو، اور وکلاء اور جج اُس کی طرف فوری طور پہ رجوع کر سکیں۔ کیونکہ معاشرے کو قانونی لحاظ سے کسی صحراء یا خلا میں یکایک چھوڑ دینا ناقابل فہم بات ہے۔ لہٰذا یہ ناگزیر ہے کہ پہلے بلا تاخیر احکامِ شریعت کی تدوین کا آغاز کر دیا جائے۔

یہ کام سرانجام دینے کے لیے ناگزیر ہے کہ متعدد کمیٹیاں تشکیل دی جائیں۔ اور ہر کمیٹی ایسے ارکان پر مشتمل ہو جن میں علمائے شریعت بھی شامل ہوں اور عصری قوانین کے ایسے ماہرین بھی جو دونوں علوم یعنی موجودہ قوانین میں بھی درک رکھتے ہوں اور علومِ شریعت میں بھی انہیں دسترس حاصل ہو۔ ہر کمیٹی مخصوص نوعیت کے قوانین کی تدوین کرے۔ چنانچہ ایک کمیٹی شریعت کے اُن احکام کی جمع وتدوین کرے جن کو عصری اصطلاح میں "انٹرنیشنل پبلک لا اور پرائیویٹ لا" کہا جاتا ہے۔ شریعتِ اسلامی میں ایسے احکام کو مغازی یا سیر کہتے ہیں۔ دوسری کمیٹی ان احکام کو مدوّن کرے جنہیں آجکل "پبلک لا" سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ دو قسموں پر مشتمل ہے: دستوری قانون اور تنظیمی قانون۔ تیسری کمیٹی کے ذمے یہ کام لگایا جائے کہ وہ ان احکام کا مجموعہ تیار کرے جنہیں موجودہ اصطلاح میں دیوانی اور تجارتی قانون اور فقہی اصطلاح میں معاملات کہا جاتا ہے، اور چوتھی کمیٹی اس امر کے لیے ہو کہ وہ ان احکام کو چھانٹے اور مدوّن کرے جنہیں آج کل فوجداری قانون کہا جاتا اور شریعتِ اسلامی انہیں حدود اور تعزیرات سے موسوم کرتی ہے۔

بہتر یہ ہے کہ یہ کمیٹیاں کسی ایک فقہی مذہب میں مقید نہ ہوں۔ اور اگر یہ خیال ہو کہ امام مالک کے مذہب کا التزام ضروری ہے کیونکہ جمہوریہ لیبیا اور شمالی افریقہ کے دوسرے ممالک میں یہی مذہب رائج ہے تو پھر یہ نہایت ضروری ہے کہ اس بنیادی پابندی کے ساتھ دوسرے فقہی مذاہب میں سے کم از کم وہ پہلو اختیار کر لیے جائیں جو انسانی مشکلات کے لیے سہل ترین حل پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ اسلامی شریعت کا سب سے اہم مطالبہ یہ ہے کہ انسانوں کی مصلحتوں کا لحاظ کیا جائے اور رفع حرج کا راستہ اختیار کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ (اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا ہے)۔ نیز اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ: مَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ (اللہ نے دین کے بارے میں تمہیں تنگی میں نہیں ڈالا)۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یسّروا ولا تعسّروا (تم انسانوں کے لیے سہولتیں پیدا کرو، انہیں تنگی میں مبتلا نہ کرو)۔ یہ بات بھی نہایت معروف و مشہور ہے کہ ائمہ مذاہب کا فروعی مسائل کے اندر اختلاف بندگانِ خدا کے لیے ایک رحمت ہے تمام ائمہ نے قرآن اور سنت کے عمومی احکام ہی سے مختلف مسائل اخذ کیے ہیں۔ بلاشبہ یہ وہ پہلو ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی شریعت کو زیادہ سے زیادہ مفید بنایا جا سکتا ہے لیکن یہ پہلو بھاری بھرکم کوشش اور طویل مدت کا محتاج ہے۔ اور یہ بھی لازم ہے کہ اس کام کے لیے جسے منتخب کیا جائے وہ اپنے ایمان و ضمیر کے مطابق اس کی افادیت کا قائل ہو، اپنی اس کوشش کو جہاد فی سبیل اللہ سمجھتا ہو، اور اسے اعلائے کلمۃ اللہ کا ایک حصہ تسلیم کرتا ہو۔ اس کام کے لیے میں نے محنت اور وقت کی جو شرط بیان کی ہے اس کی قریب ترین مثال یہ ہے کہ مصر میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی جس کا کام یہ تھا کہ وہ اسلامی شریعت کے احکام کو سامنے رکھ کر ایک متفقہ شخصی قانون مرتب کرے۔ چنانچہ اس کمیٹی نے شادی، طلاق، نسب، وراثت، وقف، وصیت اور ولایت علی المال اور ولایت علی النفس وغیرہ کے احکام کی جمع و تدوین کی۔ اور پورے چھ سال تک وہ عرق ریزی کرتی رہی۔ وہ پندرہ ارکان پر مشتمل تھی جن میں مختلف فقہی مذاہب کی نمائندگی کرنے والے ازہری علماء بھی تھے اور جدید ماہرین قانون بھی جنہیں شریعتِ اسلامی سے بھی آگاہی تھی اور موجودہ قوانین میں بھی نگاہِ خاص حاصل تھی۔ چنانچہ ایک ہی شعبۂ قانون کی تدوین کرنے کے لیے اس بھاری بھرکم ٹیم کو بھی چھ سال صرف کرنے پڑے۔

اب دوسری تدبیر کو لیجیے یعنی انقلابی کونسل یہ حکم جاری کر دے کہ جمہوریہ لیبیا میں اسلامی شریعت قانون سازی کا واحد یا بنیادی ماخذ ہو گی اور جج آئندہ اس امر کا لحاظ رکھیں گے کہ رائج قوانین کے اندر جو

چیز بھی اسلام کے اصولی احکام کے منافی ہو گی اُس سے استناد نہیں کریں گے۔ پہلی تدبیر کی بہ نسبت دوسری تدبیر کی خوبی یہ ہے کہ اس کا اجراء فوری طور پر کیا جا سکتا ہے۔ اور اُس طویل مدت سے بچا جا سکتا ہے جو پہلی تدبیر کے لیے درکار ہے۔ کیونکہ پہلی تدبیر میں تو شریعت سے اخذ کردہ قوانین کا پہلے ایک مجموعہ تیار کرنا ہو گا اور پھر اُسے موجودہ قوانین کی جگہ جاری کرنا ہو گا۔ لیکن دوسری تدبیر پر مختلف اعتراضات وارد ہوتے ہیں اور اس کے نفاذ کے لیے بھی متعدد مشکلات آڑے آتی ہیں مثلاً

۱۔ اس طرح ہم ججوں کے کاندھوں پر وہ بوجھ ڈال دیں گے جو ان کی برداشت سے باہر ہے۔ کیونکہ جج کو یہ جاننے کے لیے کہ رائج الوقت قانون کا کونسا حصہ احکام شریعت سے کس حد تک مطابقت رکھتا ہے، متعلقہ حصے کو ذہن میں رکھ کر مختلف اسلامی مذاہب کے اندر وہ تمام مقامات کھنگالنے ہوں گے جہاں اس حصے سے ملتا جلتا حکم پایا جاتا ہو اور پھر یہ دیکھنا ہو گا کہ جدید قانون کا زیرِ غور جز اسلامی حکم سے کس حد تک مطابقت رکھتا ہے اور کس حد تک مخالفت۔ موجودہ ججوں کے اندر ایسے افراد بہت قلیل ہیں جو اسلامی شریعت کا علم رکھتے ہوں۔ اور وہ قلیل تعداد بھی وہ ہے جس نے تعلیم لا کالجوں میں حاصل کی ہے اور جس نے اسلامی شریعت کا بھی زیادہ تر وہی حصہ پڑھا ہے جو شخصی قوانین سے بحث کرتا ہے۔ اس طرح موجودہ شرعی عدالتوں کے اکثر و بیشتر شرعی قاضیوں نے مالکی مذہب کے علاوہ دوسرے مذاہب کی تعلیم حاصل نہیں کی ہے۔ اس لیے ان کے لیے بھی یہ مہم سخت کٹھن ہو گی۔

۲۔ ایسی ہی مشکل اور تنگی میں عوام الناس اور وکلاء بھی مبتلا ہو جائیں گے۔ اور صورتِ واقعہ یہ بنے گی کہ جس شخص کو بھی کوئی قضیہ درپیش ہوا وہ اُسے عدالت تک لے جانے سے پہلے یہ دیکھنا چاہے گا کہ اس میں اُس کی کامیابی کا کیا کچھ احتمال ہے۔ لہٰذا خود اُسے اور اس کے وکیل کو بھی یہ کھوج کرید کرنی ہو گی کہ مختلف فقہی اور شرعی آراء اُس قضیے کے بارے میں کیا ہیں۔ اور اگر کوئی مناسب رائے مل بھی گئی تو اس امر کا بھی امکان ہے کہ قاضی اُسے قبول کرنے سے انکار کر دے اور یہ قرار دے کہ ایک دوسرے فقہی مذہب کی رائے مدعی کی رائے سے زیادہ عادلانہ ہے۔

۳۔ علاوہ ازیں اس امر کا امکان ہے کہ ایک ہی قضیہ کے اندر فقہ کے راجح اور مرجوح اقوال کے اندر ججوں کی آراء میں اختلاف پیدا ہو جائے اور اس کے نتیجے میں ایک ہی معاملے کے اندر عدالتوں کے فیصلے باہم متصادم اور متناقض ہو جائیں۔

۴۔ یہ مشکلات کلیتہً ختم نہیں ہو سکتیں خواہ انقلابی کونسل کا حکمنامہ دوسرے تمام مذاہب کو ترک کر کے صرف امام مالک کے مذہب کی پابندی کا مکلف کرتا ہو۔ قطع نظر اس کے کہ ایک ہی مذہب کی پابندی بجائے خود تنگی اور حرج سے خالی نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ زیرِ بحث تدبیر میں پیش آسکنے والی مشکلات اور صعوبتیں یہ تقاضا کرتی ہیں کہ وہ تمام ضوابط جن کی لوگ پابندی کریں اور جنہیں جج نافذ کریں، مدوّن اور مرتب ہونے چاہئیں۔ مگر وہ ہمارے پاس مدوّن و مرتب ضوابط موجود نہیں ہیں۔

تیسری تدبیر میں تدریج کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ شاید اس تیسری تدبیر سے بیشتر اُن صعوبتوں کا جو سابقہ دو تدبیروں میں بیان کی گئی ہیں ازالہ ہو سکتا ہے۔ اس تدبیر کے قابلِ ذکر پہلو یہ ہیں:

۱۔ تدریج اختیار کرنا اور چھلانگ لگا دینے کے طریقِ کار سے اجتناب کرنا۔ تدریج وہ سنّتِ الٰہی ہے جو خود کائنات کی تخلیق میں کارفرما ہوئی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو چھ روز میں پیدا کیا ہے۔ یہ چھ روز ہم اپنے دنیوی ایام پر قیاس نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے چھ روز سے مراد چھ ادوار لیے ہیں۔ شرعی احکام کے نزول میں بھی اللہ تعالیٰ کی سنّت نے تدریج کو ملحوظ رکھا ہے۔ قرآن یکبارگی جبریل علیہ السلام کے ذریعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے تحت قرآنی احکام و آیات انسانوں کی ضرورت کے مطابق اور پیش آمدہ مشکلات کے ازالہ کی خاطر ٹکڑوں کی شکل میں نازل ہوئیں۔ بلکہ لوگوں سے حرج کو دُور کرنے اور ان کے دلوں میں اسلام کی محبت اور رغبت پیدا کرنے کے لیے ایک ہی مسئلہ کے اندر ایک ہی حکم تدریج کے ساتھ نازل ہوا۔

اس کی سب سے بہتر مثال حُرمتِ شراب ہے۔ شراب اُمّ الخبائث ہے۔ جاہلیت کے اندر اس کا رواج عام تھا۔ اسلام نے اسے یکبارگی حرام نہیں ٹھیرایا کیونکہ یہ انسانوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ چنانچہ عہدِ رسالت کے آغاز میں مسلمان اسے پیتے رہے اور انہیں نظر انداز کیا جاتا رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے پہلے پہل کھجوروں اور انگوروں کا ذکر کیا اور فرمایا وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا (کھجور اور انگور کے پھلوں سے تم نشہ بھی حاصل کرتے ہو اور رزقِ حسن بھی) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ضمناً اشارہ فرما دیا کہ نشہ آور چیز پسندیدہ رزق نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ آیت نازل ہوئی جس میں نشہ کی حالت میں نماز کے قریب جانے سے منع کیا گیا تھا ارشاد ہوا کہ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ

سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (تم نماز کے قریب نہ جاؤ جب تم نشے کی حالت میں ہو تاکہ تم جو کچھ نماز میں کہہ رہے ہو اُسے جانتے رہو)۔ اِس آیت کے بعد بعض اَجلّہ صحابہ یہ سوچنے لگے کہ نماز سے پہلے شراب سرے سے پی ہی نہ جائے تو بہتر ہے۔ چونکہ نمازیں پانچ ہیں، اور اوقاتِ نماز کے وقفے بڑے نہیں ہوتے۔ اس لیے صحابہ دن کے وقت شراب پینے سے بالکل رُک گئے۔ اور پینے والے صرف رات کو پیتے۔ اس کے بعد صحابہؓ کے اندر یہ سوال اُٹھ کھڑا ہوا کہ کیا شراب حلال ہے یا حرام؟ اس سوال کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں کہ ان دونوں کے اندر بہت بڑا گناہ ہے لوگوں کے لیے فوائد بھی ہیں لیکن ان دونوں کا گناہ ان کے فائدہ سے زیادہ بڑا ہے)۔ اس آیت کے نزول کے بعد صحابہؓ کی اکثریت قرآنی ادب کی پیروی میں شراب پینے سے کلیتہً باز آگئی۔ اور لوگوں کے دل اس بات کے لیے پوری طرح آمادہ ہوگئے کہ شراب کو مکمل طور پر معاشرے کے اندر ختم کر دیا جائے۔ یہ ذہنی اور قلبی آمادگی پیدا کرنے کے بعد اللہ کا حکم نازل ہوگیا کہ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ (شراب، جوا، استھان اور تیر ناپاک چیزیں اور شیطان کا فعل ہیں تم ان سے بچو تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو شیطان تمہارے اندر شراب اور جوئے کے ذریعہ عداوت اور بغض ڈال دینا چاہتا ہے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دینا چاہتا ہے۔ پس کیا تم ان برے کاموں سے رک جاؤ گے)۔

میں یہاں یہ اشارہ بھی کر دوں کہ تدریج کے لیے جتنا کچھ وقت درکار ہے اس سے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ لیبیا کے مروجہ قوانین جن قانونی ضابطوں پر مشتمل ہیں وہ فوجداری قانون کے سوا مصر کے قوانین سے ماخوذ ہیں۔ اور ان میں سے اکثر شریعتِ اسلامی کے ضابطوں سے متعارض نہیں ہیں۔ پیچھے میں یہ بیان کر چکا ہوں کہ جب مصر میں سول عدالتیں قائم کی گئیں تھیں تو ان کے لیے جو قانونی مجموعہ وضع کیا تھا وہ فرانس کے نپولین کوڈ سے اخذ کیا گیا تھا نپولین کوڈ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ امام مالکؒ کے مذہب سے متاثر ہے۔ بہرحال جب سول عدالتوں کے لیے قانونی سفارشات خدیوِ مصر کو پیش کی گئیں تو اُس نے ان سفارشات کو ملکی قانون کی حیثیت دینے سے پہلے انہیں ازہر

کے سپرد کر دیا۔ ازہر کے علماء نے ایک کمیٹی قائم کی جس میں مذاہب اربعہ کے علماء شامل تھے اس کمیٹی نے ان سفارشات پر نظر ثانی کی۔ اور ایک رپورٹ تیار کی جس میں واضح کر دیا کہ ان سفارشات کے اندر کچھ دفعات ایسی ہیں جو مذاہب اربعہ میں سے کسی نہ کسی مذہب کے موافق ہیں، اور کچھ دفعات ایسی ہیں جن کی بنیاد مذاہب اربعہ میں سے کسی میں موجود نہیں ہے لیکن وہ مصالحِ مُرسلہ کے تحت آجاتی ہیں۔ مصالحِ مُرسلہ کو شریعت نے مُباح قرار دیا ہے تاکہ لوگوں کو تنگی سے بچایا جائے اور ماضی میں جو مشکلات پیدا نہ ہوئی ہوں اور اب پیدا ہو چکی ہوں اُن کے ازالہ کی صورت نکالی جائے۔

مثلاً ہمارے موجودہ فوجداری قانون میں اسلامی شریعت کے خلاف جو اجزاء پائے جاتے ہیں اگر ہم انہیں یکجا کر کے مرتب کر لیں تو پھر ہمارے لیے آسان ہوگا کہ ہم الاَقدم فَالاَقدم کے اصول کے تحت ان میں تبدیلیوں کو یکے بعد دیگرے بروئے کار لانا شروع کر دیں گے مثلاً ہم پہلے شراب نوشی کی سزا کے اندر اسلامی شریعت کے مطابق ترمیم کر دیں۔ اگلے مرحلے میں ہم شریعت کے احکامِ قصاص کو لے لیں اور لیبیا کے فوجداری قانون کے اندر مطلوبہ ترمیم کر دیں۔ شریعت کے قانونِ قصاص اور لیبیا کے مروجہ فوجداری قانون میں بہت معمولی اختلاف ہے جسے ہم بآسانی دُور کر سکتے ہیں تیسرے مرحلے میں قذف کے قانون کو اسلام کے قانون سے ہم آہنگ کر دیں۔ اور چوتھے مرحلے میں چوری کی سزا کے لیں جو کہ قطعِ ید ہے۔ اور یہ دیکھیں کہ چوری کی بڑی بڑی وارداتوں میں کہاں کہاں اس سزا کو نافذ کیا جاتے۔ شریعت نے چوری کی سزا کے لیے ایک نصاب معیّن کر دیا ہے جس سے کم کی چوری پر قطعِ ید کی سزا نہیں دی جاتی۔ علاوہ ازیں شریعت نے اس باب میں اور بھی متعدد شرائط قائم کی ہیں جن کا لحاظ کیا جانا ضروری ہے۔ یہ خیال بھی رہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے قحط کے سال میں چوری کی حد معطّل کر دی تھی۔ حضرت عمرؓ کے اس اقدام سے فقہائے اسلام نے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ چور کا ہاتھ اُس وقت کاٹا جائے گا جبکہ ریاست تمام باشندوں کی بقدرِ کفایت کفالت کی ذمہ داری ادا کر رہی ہو۔ بقدرِ کفایت سے مراد ہر فرد کے لیے بنیادی ضروریات غذا، لباس اور مکان کی فراہمی ہے۔ زنا کی حدُ اس وقت ثابت اور قائم ہو سکتی ہے جب کہ زانی خود اقرار کرے، یا وہ عینی شہادتیں فراہم ہوں جن کا مطالبہ شریعت کرتی ہے زنا کے باقی احکام کو اس طرح تبدیل کر دیا جائے کہ ایک مرد کا غیر عورت کے ساتھ ہر قسم کا تعلق قابلِ سزا ہو خواہ وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ، اور خواہ انہوں نے باہم رضامندی سے زنا کا ارتکاب کیا ہو۔

کیونکہ اسلامی شریعت ہر شکل میں زنا کو جرم قرار دیتی ہے۔

شرعی حدود کے علاوہ دوسرے جتنے جرائم ہیں انہیں شریعت تعزیرات کے ضمن میں شمار کرتی ہے اور ان کا معاملہ ولی الامر یعنی ریاست کی حکمران طاقت یا قاضی پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ لیبیا کے موجودہ قوانین کی اکثر نصوص اس بارے میں شریعت سے متعارض نہیں ہیں لیکن بایں ہمہ انہیں شریعت سے زیادہ سے زیادہ ہم آہنگ کرنے کے لیے مزید تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ یہ تیسری تدبیر یعنی تدریج اختیار کرنے سے ہم تعصب کے الزام سے بھی بچ جاتے ہیں۔ اگرچہ ہمیں اس بارے میں کسی الزام یا پھبتی کا کوئی خوف نہیں ہے۔ کیونکہ ہم اپنے دین کے احکام کی پیروی کر رہے ہیں اور اپنی اُس شریعت پر عملدرآمد کر رہے ہیں جو اللہ کی طرف سے اپنی مخلوق کے لیے سب سے بہتر مشعلِ ہدایت ہے۔

۳۔ تدریج کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس سے وہ مقصد بھی حاصل ہو گا جس کا حصول مطلوب ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ محفوظ و مامون طریقے سے اللہ کے نازل کردہ قانون کو دائرِ فیصلہ بنایا جائے۔ اِس غرض کے لیے معمول بہ قوانین کے اندر ضروری ترمیمیں صادر کی جائیں۔ اور انہیں صادر کرنے سے پہلے خوب بحث و تمحیص سے کام لیا جائے، اور احکامِ شریعت میں سے اِن پہلوؤں کا انتخاب کیا جائے جو زیادہ سے زیادہ مناسب ہوں اور لیبیا کے باشندوں اور لیبیا کے معاشرے اور ماحول کے لیے زیادہ سے زیادہ موزوں ہوں۔ اور پھر ان ترمیموں اور تبدیلیوں کو زیادہ سے زیادہ پُر امن، سکون آمیز اور اثر آفریں طریقے سے رُوبعمل لایا جائے۔

۴۔ ایک اور اہم خوبی تدریجاً تبدیلی میں یہ پائی جاتی ہے کہ اس سے موجودہ عدالتی نظام اپنے دونوں حصوں شرعی اور ملکی سمیت قائم رہے گا۔ اس لیے کہ موجودہ وقت میں ان دونوں میں سے کسی ایک کو فی الفور منسوخ کر دینا طرح طرح کے اعتراضات اور مشکلات کو جنم دے گا۔ اور یوں بات اصل فائدے سے تجاوز کر جائے گی۔ اصل چیز یہ ہے کہ رائج الوقت قانون میں مکمل شرعی تبدیلیاں عمل میں لائی جائیں۔ ان تبدیلیوں کو خواہ سول جج نافذ کرے یا قاضیٔ شرع دونوں پہلو برابر ہیں

۵۔ اس تدبیر کی رُو سے جب تدریج اپنے مقصودِ اصلی تک پہنچ جائے گی اور موجودہ غیر الٰہی قوانین کو تمام و کمال الٰہی قوانین سے بدل دیا جائے گا تو اس وقت ہم بڑی سہولت کے ساتھ دونوں

الگ الگ عدالتی نظاموں یعنی شرعی نظام اور ملکی نظام کو باہم مدغم کر کے انہیں یکجا کر دیں گے۔ اور ملک کے اندر ایک ہی عدالتی نظام قائم ہو جائے گا۔ اور یہ کہنے کا موقع نہ ملے گا کہ لیبیا میں قضائے شرعی کو منسوخ کر دیا گیا ہے یا ملکی قانون کو ختم کر کے رکھ دیا گیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس نوعیت کی سخن تراشی کا موقع ہم کسی کو نہ دیں

اس تجویز کو نافذ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک اعلیٰ سطح کی کمیٹی قائم کی جائے جو لیبیا کے اندر مروجہ قوانین کا جائزہ لے۔ اس کمیٹی کے اندر مختلف سب کمیٹیاں تشکیل دی جائیں جو اعلیٰ کمیٹی کی نگرانی اور رہنمائی میں کام کریں۔ ہر سب کمیٹی کو مروجہ قوانین میں سے مخصوص نوعیت کے قوانین کے لیے مختص کر دیا جائے، وہ کمیٹی ان قوانین کا مکمل جائزہ لے اور یہ نمایاں کرے کہ ان میں کون کون سا قانون شریعت کے احکام کے خلاف ہے۔ پھر ان مخالفِ شریعت قوانین کو ان کی حیثیت و اہمیت کے لحاظ سے تقسیم کرے اور اہم فالاہم کے اصول کے تحت ترمیم کے لیے ان کی درجہ بندی کرے، اور پھر خود ہی ان کے لیے ترمیمات تجویز کرے۔ اگر اس کام کو کم از کم وقت میں سر انجام دینا مقصود ہے تو چند اور سب کمیٹیاں وجود میں آ جانی چاہییں، اور اعلیٰ سطح کی کمیٹی ان کے لیے طریق کار وضع کر دے اور متواتر ان کے کام کی نگرانی اور پیروی کرتی رہے۔ اور خود اعلیٰ کمیٹی کو انقلابی کونسل کے ساتھ اس حیثیت سے کہ وہ اس وقت ملک کا قانون ساز ادارہ ہے، اور صدرِ مملکت کے ساتھ اس حیثیت سے کہ وہ وزراء کی کونسل کا صدر اور انقلابی کونسل کا سربراہ ہے دائمی رابطہ رکھنا چاہیے۔ اسی غرض کے تحت وزیر انصاف کے ساتھ بھی اعلیٰ کمیٹی کا رابطہ قائم رہنا چاہیے۔

قبل اس کے کہ اعلیٰ کمیٹی اور اس کی سب کمیٹیاں اپنے کام سے فارغ ہو جائیں اور قانونی ترمیمات پے در پے صادر ہونا شروع ہو جائیں بہتر ہوگا (اور یہ خود انقلابی کونسل اور عوام کی بھی پرزور خواہش ہے) کہ فی الفور انقلابی کونسل کی طرف سے ایک قرارداد صادر ہو جسے دستوری اعلان کا تکملہ بنایا جائے اور جس میں یہ بیان کر دیا جائے کہ آج سے جمہوریہ لیبیا کے اندر اسلامی شریعت ہی ہر نوعیت کی قانون سازی کا بنیادی ماخذ ہوگی، اور تمام وزراء اور ادارے آئندہ جو بھی نیا قانون یا حکم جاری کریں گے انہیں اس امر کا خیال رکھنا ہوگا۔ یہ بھی اس قرارداد میں بتا دیا جائے کہ اسلامی قانون کے نفاذ اور موجودہ غیر اسلامی قوانین کے اندر تبدیلیوں کو بروئے کار لانے کے لیے اعلیٰ سطح کی کمیٹی قائم کی جائے گی جو متعدد سب کمیٹیوں پر مشتمل ہوگی۔ اس قرارداد کے صدور کے بعد اعلیٰ کمیٹی شخصی قوانین سے متعلق متفرق

شرعی احکام کو مدون کرنا شروع کر دے اور انہیں ایک متفقہ قوانین کی شکل میں ڈھال دے جو شادی بیاہ، طلاق، نسب، وراثت، وقف، ولایت علی المال، ولایت علی النفس اور وصیت وغیرہ جملہ احکام پر حاوی ہوں۔ اِس طرح کا ایک خاکہ شام اور مصر میں تیار کیا جا چکا ہے۔ یہاں اُس پر فوری نظر ثانی کی جا سکتی ہے اور لیبیا کے حالات کے مطابق اُسے درست کیا جا سکتا ہے۔ اور یوں اسلامی نظامِ حیات کے پاکیزہ کارواں کا سفر بلا تاخیر شروع ہو سکتا ہے۔

(المجتمع کویت ۱۱ اپریل ۱۹۷۲ء)

(۲)

انقلابی کونسل کا حکمنامہ

یہ حکمنامہ دس دفعات پر مشتمل ہے۔ اس کے اہم اجزاء یہ ہیں:

انقلابی کونسل دستوری اعلان نمبر ا مجریہ ۱۱ دسمبر ۱۹۶۹ء سے آگاہی حاصل کرتے اور تنظیم دعوتِ اسلامی کے قیام کے قانون نمبر ۵۸ ۱۹۷۱ء سے آگاہی حاصل کرنے اور اسلام کے شخصی قوانین کا جامع قانونی خاکہ تیار کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل کرنے سے متعلق انقلابی کونسل کے ریگولیشن مجریہ ۲۴ مارچ ۱۹۷۱ء سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد اور عرب وفاق کے دستور کی دفعہ ۶ کی توثیق کی خاطر اور انقلابی کونسل کے سربراہ کے معروضے کے موجب

—— انقلابی کونسل یہ حکمنامہ جاری کرتی ہے:

—— عرب جمہوریہ لیبیا روحانی اقدار کی توثیق کرتی ہے اور شریعتِ اسلامی کو قانون سازی کا بنیادی ماخذ قرار دیتی ہے۔

—— آئندہ جو قوانین، حکمنامے اور فیصلے جاری ہوں گے اُن میں شریعتِ اسلامی کے اساسی اصولوں کی پابندی لازمی ہو گی۔

—— ایسی کمیٹیاں تشکیل دی جائیں گی جو مروجہ قوانین کا جائزہ لیں اور ایسی ترمیمات تجویز کریں جو موجودہ خود ساختہ قوانین کو اسلامی شریعت کے مطابق کر دیں۔

—— یہ کمیٹیاں ان تمام قوانین کو چھانٹ لیں گی اور انہیں جمع کریں گی جو اسلامی شریعت کے قطعی احکام اور اساسی قواعد سے متعارض ہوتے ہیں۔ اور اس تعارض کو زائل کرنے کا کام کریں گی۔ اور اس غرض

کے لیے وہ متبادل قوانین مرتب کریں جنہیں وہ فقہ اسلامی کے مختلف مذاہب سے اخذ کریں گی۔ اس اختیار و انتخاب میں وہ مفادِ عامہ کے تقاضوں اور ملک کے اندر رائج الوقت عُرف کی رعایت کرتے ہوئے سہل اور آسان پہلوؤں کو ترجیح دیں گی۔

قوانین کی چھان پھٹک اور نظرِ ثانی کے لیے ذیل کے موجب ایک اعلیٰ کمیٹی تشکیل دی جاتی ہے:

۱۔ جناب علی علی منصور چیف جسٹس عدالتِ عالیہ۔ صدر
۲۔ عبدالعزیز نجّار، جج عدالتِ عالیہ رکن
۳۔ محمد عبدالعزیز عزوز، جج عدالت عالیہ رکن
۴۔ شیخ صبحی محمود (سکرٹری جنرل تنظیم دعوتِ اسلامی) رکن
۵۔ شیخ العربی الاحرش۔ طرابلس کے شرعی کورٹ آف اپیل کے چیف جسٹس رکن
۶۔ رمضان رقص بنغازی کے سول کورٹ آف اپیل کے چیف جسٹس، رکن
۷۔ عبدالعزیز ہندی۔ طرابلس کے سول کورٹ آف اپیل کے جج، رکن
۸۔ عادل محمود عبدالباقی۔ انقلابی کونسل کے سکرٹریٹ کے قانونی مُشیر رکن
۹۔ عبدالسلام ابوطلاق بنغازی کے شرعی کورٹ آف اپیل کے چیف جسٹس رکن

یہ اعلیٰ کمیٹی وہ اصولی اور بنیادی ضوابط وضع کرے گی جو قوانین کی نظرِ ثانی کے وقت پیشِ نظر رکھے جائیں گے۔ نیز ان ذیلی کمیٹیوں کا طریقِ کار اور لائحہ عمل مقرر کرے گی اور ان کے کام کی نگرانی کرے گی جنہیں وہ خود تشکیل کرے گی۔

یہ ذیلی کمیٹیاں جو تجاویز اور قانونی خاکے تیار کریں گی اعلیٰ کمیٹی اُن پر نظرِ ثانی کرے گی اور انہیں آخری قانونی شکل دے گی۔

ایک ذیلی کمیٹی تشکیل دی جاتی ہے جو دیوانی قوانین، تجارتی اور بحری قوانین اور قانونِ مرافعہ کا جائزہ لے گی۔ اس کمیٹی کا ڈھانچہ یہ ہے:

۱- عبدالحمید الرعیض، جج عدالتِ عالیہ ——— صدر
۲- احمد الطشانی طرابلس کے سول کورٹ آف اپیل کے چیف جج، رکن
۳- شیخ محمد ابو حلیفہ بنغازی کے شرعی کورٹ آف اپیل کے چیف جج رکن
۴- خلیفہ الغزوانی　　اٹارنی جنرل　　رکن
۵- کامل مقہور　　ایڈوکیٹ　　رکن
۶- ابراہیم الغویل　　ایڈوکیٹ　　رکن
۷- امام خضر، طرابلس کے سول کورٹ آف اپیل کے جج　　رکن
۸- ابین فتح اللہ، منصوبہ بندی کے مُشیر　　رکن
۹- ڈاکٹر محمد عبدالحلیم استاذ شعبۂ اسلامیات، لیبیا یونیورسٹی　　رکن

ایک اور ذیلی کمیٹی تشکیل دی جاتی ہے جو فوجداری قوانین کا جائزہ لے گی۔ اس کمیٹی کا ڈھانچہ یہ ہے:

۱- محمد سعید عیسیٰ، جج عدالتِ عالیہ　　صدر
۲- محمد جالی بُوتبیہ، طرابلس کے کورٹ آف اپیل کے چیف جسٹس　　رکن
۳- احمد الطاہر الزادی، کورٹ آف اپیل طرابلس کے جج　　رکن
۴- الصدیق عبدالرحمٰن نصر، پراسیکیوٹر جنرل　　رکن
۵- حسن الہادی یونس　　ایڈوکیٹ　　رکن
۶- ڈاکٹر عبدالعزیز عامر، استاذ شعبۂ اسلامیات لیبیا یونیورسٹی، رکن

اسلام کے شخصی قوانین کا ایک جامع قانونی خاکہ مدوّن کرنے کے لیے جو کمیٹی ۲۴ مارچ ۱۹۷۱ء کو تشکیل دی جا چکی ہے وہ اپنا کام جاری رکھے گی اور اپنے کام کی رپورٹ اعلیٰ کمیٹی کو پیش کرے گی۔ ان تمام کمیٹیوں کی مدد کے لیے ایک ٹیکنیکل سکرٹریٹ قائم کر دیا گیا ہے جس میں دارالافتاء کے دو مُشیر ہوں گے اور دوسرا ضروری عملہ۔ نیز انقلابی کونسل نے کونسل ہی کے ایک رکن کو یہ ذمہ داری سونپ دی ہے کہ وہ مذکورہ تمام کمیٹیوں کے کاموں کی سرپرستی کرے اور عدالتِ عالیہ کے بجٹ میں سے اس پورے نظام کے مالی مصارف ادا کرنے کے احکام جاری کرے۔

یہ حکمنامہ جس روز صادر ہوا ہے اُسی روز سے نافذ العمل ہوگا اور سرکاری گزٹ میں شائع کیا جائیگا
دستخط ارکان انقلابی کونسل
کرنل معمّر القذافی پریذیڈنٹ کونسل آف منسٹرز
(الھدی الاسلامی، لیبیا۔ دسمبر ۱۹۷۱ء)

(۲)
انقلابی کونسل کی توضیحی یادداشت

اسلامی شریعت اسلامی ممالک پر بالعموم اور عرب ممالک پر بالخصوص تقریباً چودہ صدیوں تک حکمرانی کرتی رہی ہے اور توقع بھی یہی تھی کہ ان ممالک پر اُن قوانین کی قطعاً حکمرانی نہ ہونے پائے گی جو انسانوں کے گھڑے ہوتے ہوں اور اُس شریعت کے خلاف ہوں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مقرر فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ (جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہ ظالم ہیں) اور بعد کی آیات میں کہا گیا ہے کہ وہ فاسق ہیں اور وہ کافر ہیں۔

۱۹۲۱ء میں استعمار نے اسلامی خلافت کی بساط لپیٹ ڈالی۔ برطانیہ نے عراق، اردن، فلسطین اور مصر میں ڈیرے ڈال لیے اور فرانس مغرب عربی (تونس، الجزائر اور مراکش) اور شام پر چھا گیا۔ یہاں تک کہ لیبیا کے لیے بھی فرانس کی آتشِ حرص و آز بھڑک اٹھی۔ مگر لیبیا کے عوام کی مزاحمت اور لیبی زعماء کے جہادِ پیہم کی وجہ سے فرانس پورے تیس سال تک ہاتھ پاؤں مارنے کے باوجود لیبیا میں اپنے پاؤں نہ جما سکا۔ بہر حال مسلم اور عرب ممالک کے اندر استعمار کے اُتر جانے کے ساتھ ہی ان ممالک میں استعمار کے خود ساختہ قوانین اور نظامہائے حیات فروغ تمدن کی آڑ میں اسلامی شریعت پر غالب آنے لگے۔ غیر ملکیوں کے لیے ترجیحی نظام نے اس فساد کی مزید پشت پناہی کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شرعی عدالتوں کا نفوذ جنھیں ملک پر عمومی اقتدار حاصل تھا سکڑ گیا اور ان کا دائرۂ کار صرف مسلمانوں کے شخصی قوانین کی حد تک رہ گیا۔

مگر اب وقت آ گیا ہے کہ حق اپنی سابقہ شان و شوکت بحال کرے اور اسلامی قانون اپنے مختلف فقہی مذاہب کے ساتھ غلبہ و فروغ پائے اور لیبیا کے اندر شریعتِ اسلامی ہی تمام قوانین و احکام کا بنیادی ماخذ بنے۔ چنانچہ لیبی انقلاب نے اس کام کو سرانجام دینے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ انقلابی کونسل نے اپنے

پہلے فرمان میں یہ طے کر دیا تھا کہ : انقلابی کونسل مذاہب کے تقدس پر اور مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن کریم سے ماخوذ ہونے والی روحانی تعلیمات کی قدر و قیمت پر گہرا ایمان رکھتی ہے - اور یہ کونسل دین کی روشن اقدار کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے کی کوششوں کو جاری رکھے گی " اس کے بعد انقلابی کونسل نے دستوری بیان نشر کیا اور اس کی دوسری دفعہ میں یہ قرار دیا کہ ریاست کا مذہب اسلام ہو گا اور اس کی سرکاری زبان عربی ہو گی ، اور تیسری دفعہ میں یہ واضح کر دیا کہ خاندان معاشرے کی اساس ہے - لہٰذا خاندان کی عمارت مذہب، اخلاق اور وطنی اخلاص پر اُستوار ہونی چاہیے -

انقلاب کے بنیادی اصولوں میں یہ بات بھی شامل تھی کہ عرب اقوام کو ایک جامع اور ہمہ گیر وحدت سے ہمکنار کیا جائے - اور ظاہر ہے کہ ایسی جامع اور ہمہ گیر وحدت کے لیے دینِ اسلام ہی ایک مضبوط اور مستحکم ستون بن سکتا ہے - چنانچہ عرب جمہوریتوں کے وفاق نے یہ کوشش کی کہ اسلام کی اس حیثیت کو وفاق کے دستور میں وضاحت سے بیان کر دیا جائے - وفاقی دستور کی چھٹی دفعہ اسی امر پر مشتمل ہے - اس دفعہ کے الفاظ یہ ہیں :" وفاق کی ریاست روحانی اقدار کی توثیق کرتی ہے ، اور شریعتِ اسلامیہ کو قانون سازی کا بنیادی ماخذ قرار دیتی ہے " یہی الفاظ بعینہٖ مذکورۃ الصدر انقلابی کونسل کے حکمنامے کی دفعہ ایک میں شامل کر دیئے گئے ہیں - حکمنامے کی یہ دفعہ لیبیا کے دستوری اعلان کا تکملہ ہے اور اسے دستور میں ایسے بنیادی ضابطے کی حیثیت حاصل ہے کہ آئندہ لیبیا کے اندر جس قدر قوانین اور احکام صادر ہوں گے اُسی کی رہنمائی میں صادر ہوں گے - اور وہی دفعہ ان قوانین و احکام کی دستوری صحت و عدمِ صحت کا فیصلہ کرے گی -

جب عقلِ انسانی پختگی کے مرحلے کو پہنچ گئی اور انسانیت اسلام کے پیغامِ حق کو قبول کرنے کی استعداد سے بہرہ ور ہو گئی تو مشیتِ خداوندی نے یہ فیصلہ کیا کہ اسلام کی دعوت اور پیغام کو آخری آسمانی شریعت کی حیثیت بخش دے - چنانچہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے اسے خاتمِ شرائع بنایا اور پھر اسے وہ جامعیت اور ہمہ گیری عطا کر دی کہ وہ دین اور دنیا دونوں کے معاملات و مسائل پر حاوی ہو گئی - اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (ہم نے کتاب کے اندر کسی چیز کے بارے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی) ، نیز فرمایا : اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا - اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کیا) - چونکہ شریعتِ اسلامی آخری بھی ہے اور ہمہ گیر اور کامل بھی ، لہٰذا

وہ ان تمام مشکلات و آلام کے ازالہ کے لیے جو انسان کو قیامت تک پیش آسکتے ہیں، اپنے اندر بہتر سے بہتر اور سہل سے سہل حل رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وحیِ الہٰی دو قسم کے فقہی اور قانونی احکام لے کر نازل ہوئی ہے۔ اور وہ دونوں قسمیں یہ ہیں:

۱۔ قطعی احکام جو ایسے مسائل کے بارے میں نازل ہوئے جو زمانے اور مقام اور ماحول کی تبدیلی سے متأثر نہیں ہوتے۔ یہ احکام ایسی محکم اور معین شکل میں نازل ہوئے کہ انسانی عقل کے لیے ان کے اندر کسی نوع کا اجتہاد کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ عقائد اور عبادات پر مشتمل احکام اسی قسم سے تعلق رکھتے ہیں۔

۲۔ وہ احکام جو دنیا کے معاملات اور انسانوں کے مسائل سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کی حالت یہ ہے کہ وہ زمانے اور مقام کے حالات کی تبدیلی سے متأثر ہو جاتے ہیں، اور عُرف اور ماحول کے اختلاف اور ان کے مخصوص مصالح کے دباؤ سے بدل جاتے ہیں۔ اس نوع کے معاملات کے بارے میں شریعت نے صرف اصولی قواعد و ضوابط وضع کرنے پر اکتفا کیا ہے اور فروعی احکام انسانی اجتہاد پر چھوڑ دیئے ہیں۔ شریعت کا یہ موقف انسان کے غیر معمولی احترام پر مبنی ہے اور اسے حالات و مصالح کے ساتھ ہم آہنگ رکھنے کی ایک تدبیر ہے۔

خلفائے راشدین کے مجموعی اجتہادات اور ان کے بعد فقہائے اسلام کی اجتہادی کاوشوں سے اسلامی فقہ کی تشکیل ہوئی۔ اسلامی فقہ ہمارا ایسا بہترین قانونی اور تشریعی سرمایہ ہے جس کی نظیر نہ قدیم دنیا میں ملتی ہے اور نہ جدید دنیا میں۔ خود دنیا کے انسانی قوانین کے واضعین نے فقہ اسلامی کی اس امتیازی خوبی کی شہادت دی ہے۔

بیسویں صدی کے قانونی نظریات میں سب سے جدید ترین نظریہ یہ ہے کہ انسان اپنے حق کو اس شکل میں استعمال نہ کرے جس سے دوسرے کا نقصان ہو۔ ایسی صورت میں وہ دوسرے کے نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔ اس نظریہ کو فرانسیسی قانون دان "ABUSIDE DROIT" سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض اور قانونی نظریات کو عہدِ حاضر کا تحفہ قرار دیا جاتا ہے۔ مثلاً یہ نظریہ کہ ہنگامی حالات معاہدات پر اثر انداز ہو سکتے ہیں اور ان میں تبدیلی کر سکتے ہیں یا انہیں ختم کر سکتے ہیں۔ یا یہ نظریہ کہ کسی شخص پر کوئی ذمہ داری ڈالی جاتی ہے جو اس کا اہل ہوگا اور اہل ہونے کی صورت میں اگر وہ ذمہ داری میں کوتاہی کرے گا تو سزا کا مستوجب ہوگا ورنہ نہیں۔ مغربی قانون دانوں نے جب ان نظریات کو بیان کیا تو یہ سمجھا کہ وہ خود ان نظریات کے موجد اور واضع ہیں۔ مگر جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ یہ نظریات فقہ اسلامی کے اندر پائے جاتے ہیں اور فقہائے اسلام

نے یہ سب اصول و قواعد بیان کر دیئے ہیں تو انہوں نے فقہائے اسلام کے اس امتیاز کا اعتراف کیا اور فضیلت اور امتیاز درحقیقت وہی ہے جس کا مخالفین بھی اعتراف کریں (الفضل ما شھد بہ الاعداء) بلکہ معاملہ صرف اتنا ہی نہیں کہ عصرِ حاضر کے چند نمایاں قانون دانوں نے شریعتِ اسلامی کی سبقت، کاملیت اور ہمہ گیری کو تسلیم کیا ہے بلکہ موجودہ دَور کے بین الاقوامی قانونی ادارے بھی شریعت کی عظمت اور بلندی کا سکّہ مان چکے ہیں۔

اسلامی فقہ اپنے تمام احکام و قوانین کے جلو میں صدیوں تک اپنی جانداری اور تازگی کا ثبوت فراہم کرتی رہی ہے۔ یہ وہ خوبی ہے کہ اس سے پُوری طرح بہرہ یاب ہونا تو کجا اس سے ملتی جُلتی خوبی بھی دنیا کے کسی قانونی نظام کو حاصل نہیں ہوتی۔ یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ یورپ اور امریکہ کے نظامہائے قوانین اور فلسفہ ہائے قوانین صرف ایک صدی یا سوا صدی قبل کی پیدائش ہیں یعنی یہ اُس وقت وجود میں آئے ہیں جب مغرب نے مذہب کو ریاست سے جُدا کر دیا۔ رہا روس کا قانونی نظام تو اُس کی عمر پچھلی نصف صدی سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ رُوسی کمیونزم کا تجربہ ۱۹۱۷ء سے شروع ہوتا ہے لیکن اسلامی فقہ چودہ صدیوں سے خطۂ ارض پر موجود ہے۔ اس فقہ نے آفاقِ عالم کو اپنی شعاعوں سے منوّر کیا۔ یہ مشرق میں پہنچی، اس نے مغرب میں حکمرانی کی، شمالی دنیا کو اس نے فیضیاب کیا۔ سرزمینِ جنوب نے اس کے دامنِ رحمت میں پناہ لی، یہ وادیوں اور میدانوں میں اُتری، اس نے پہاڑوں اور صحراؤں کی آب و ہوا چکھی، اس نے گوناگوں عادات اور بوقلموں روایات کا سامنا کیا۔ ہر انسانی ماحول و معاشرہ میں اس کی چلت پھرت رہی۔ اس نے خوشحالی کے مناظر بھی دیکھے اور بدحالی کے بھی، حکمرانی کی فضا بھی دیکھی اور غلامی کی بھی، تہذیب و تمدن کا عروج بھی دیکھا اور پسماندگی و واماندگی کا زمانہ بھی۔ اور پھر پُوری صلاحیت و ہمت کے ساتھ اس نے ان تمام مراحل میں ہر طرح کے واقعات و حالات کا سامنا کیا جس کے نتیجے میں اسے وہ حیرت انگیز اور عظیم الشان قانونی خزانے نصیب ہوئے کہ ہم فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ دنیا ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ان قانونی کنوز و ذخائر کے دامن میں دنیا کا ہر ملک اور ہر قوم اپنی مشکلات و مسائل کا عمدہ سے عمدہ اور سہل سے سہل علاج پا سکتی ہے۔ اسلامی شریعت کو تاریخ کے روشن ادوار میں حکمرانی کا موقع ملا ہے اور اُس نے کسی بھی انسانی ضرورت کو پُورا کرنے میں کوتاہی نہیں دکھائی، اُس نے کسی تہذیبی مطالبے کو بروئے کار لانے میں اظہارِ عجز نہیں کیا، اُس نے کسی مرحلے میں اپنے ماننے والوں کو پسماندگی کا شکار نہیں

ہونے دیا۔ اب ہمارے لیے یہ بالکل غلط اور معیوب بات ہوگی کہ ہم اس قانونی سرمائے سے مالامال ہوتے ہوتے بھی دوسروں کے سامنے دستِ گدائی دراز کریں۔ اور معزز اور باوقار سردار ہو کر بھی لئیموں کے دسترخوانوں کے طفیلی بنیں۔ خدا استعمار اور اُس کے ساختہ و پرداختہ عناصر کو غارت کرے کہ یہ طفیلی بننے کی ذہنیت انہی کی پیدا کردہ ہے۔

اسلامی شریعت کے بارے میں ہم نے اوپر جو کچھ بیان کیا ہے یہ کوئی باعثِ تعجب بات نہیں ہے۔ یہ آسمانی شریعت ہے۔ یہ اُس خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے جو انسانوں کا خالق ہے اور وہ بہتر جانتا ہے کہ انسان کے لیے دینی اور دنیاوی لحاظ سے کونسی چیز موزوں اور مناسب ہے هُوَ الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی (یہ وہی خدا ہے جس نے ہر چیز کو تخلیق کا جامہ پہنایا اور پھر اُس کی رہنمائی فرمائی)۔ اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ (کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے حالانکہ وہ نہایت باریک بیں اور باخبر ہے) یہ بات کوئی انوکھی بات نہیں ہے کہ خالق نے جو قانون تجویز فرمایا ہے وہ نہایت کامل و مکمل ہے، اور مخلوق جن قوانین کو خود گھڑتی ہے وہ ناقص اور ادھورے ہیں۔ یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُبَیِّنَ لَكُمْ وَیَهْدِیَكُمْ سُنَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَیَتُوْبَ عَلَیْكُمْ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ۔ (اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے لیے اِن حقیقت کو واضح کر دے اور تم سے پہلے گزری ہوئی امتوں کے طریقے کی طرف تمہاری رہنمائی کرے اور تم پر مہربانی ہو، اور اللہ سب کچھ جانتا اور دانا ہے)۔

اوپر جو کچھ بیان کیا جاچکا ہے انقلابی کونسل اس پر پورا پورا ایمان رکھتی ہے اور اسے یہ یقین کامل حاصل ہے کہ جس وقت انسان اپنے رب اور خالق کے قانون کی طرف لوٹ آئے گا وہ موجودہ دنیا کو افکار کی کشمکش، نظریات کے تکلیف دہ مظاہروں اور مذاہب کی معاندانہ ستمرانیوں سے نجات دلانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ کیونکہ اُس وقت دنیا کو مشکلاتِ زندگی کا نہایت کامیاب علاج میسر آجائے گا اور وہ اسلام کی اُس شریعت سے بہرہ اندوز ہو جائے گی جس کے اصول وسیع الظرف، جس کے مقاصد انسانیت نواز، جس کی توقیں تازہ دم اور جس کے قوانین بلند و بے لوث ہیں۔ انقلابی کونسل اپنے اسی ایمان و یقین سے سرشار ہو کر یہ تاریخی حکمنامہ صادر کر رہی ہے اس نے شریعتِ اسلامی کے احکام کے نفاذ کے لیے تدریج کا نظریہ اختیار کیا ہے۔ اس کی صورت یوں ہوگی کہ عدالتوں کے اندر اس وقت جو قوانین رائج ہیں وہ سردست باقی رہیں گے مگر فی الفور ساتھ ہی ان کی چھان پھٹک شروع کر دی جائے گی اور ان میں سے اُن قوانین کو الگ کر لیا جائے گا جو اسلام کے قطعی احکام اور شریعتِ اسلامی کے بنیادی ضابطوں کے خلاف ہیں اور انہیں تبدیل کرنے کے لیے اسلامی قوانین کے اجراء کا کام شروع ہو جائے گا۔

انقلابی کونسل نے ۴ ۲ر مارچ ۱۹۷۱ء کو ایک فرمان جاری کیا تھا جس کی رُو سے اسلام کے پرسنل لا کی تدوین کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ اس کمیٹی کے ذمے یہ کام سونپا گیا کہ وہ اسلام کے پرسنل لا کا ایک جامع قانونی خاکہ تیار کرے۔ یہ کمیٹی اپنی مُفوضہ مہم میں مشغول ہے۔ ہمارا اگلا قدم یہ ہوگا کہ ہم لیبیا کے عدالتی نظام کو یکجا کر دیں گے اور شرعی اور ملکی قانون کی تفریق ختم کر دیں گے۔ اور آیندہ قاضی شرع اور عدلیہ کے جج دونوں خدا کے نازل کردہ احکام کے تحت فیصلے صادر کریں گے ان شاء اللہ

لیبیا کا انقلاب اپنے اس پختہ عزم اور اٹل فیصلے کا اعلان کیے دیتا ہے کہ لیبیا کے اندر اسلامی قانون کا نفاذ انجام پذیر ہو کر رہے گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا کلمہ اور اللہ کے اوامر سربلند ہو جائیں۔ اور غیر اللہ کی آواز پست ہو کر رہ جائے۔ انقلابی کونسل کو یہ قطعاً پروا نہیں ہے کہ خود ساختہ قوانین کے بعض علمبرداروں اور ان کے مستشرقین ہم سفر اللہ کی قائم کردہ حدود کا استہزاء کر رہے ہیں، اور دشمنانِ اسلام کا ایک گروہ اسلامی حدود و تعزیرات اور اسلامی معاملات و احکام کے بارے میں طرح طرح کے شکوک پھیلا رہا ہے اور افترا پردازیاں کر رہا ہے۔ انقلابی کونسل حق کو حق ثابت کرنے اور باطل کو باطل ٹھیرانے کے لیے اور اوامرِ الٰہی کی تنفیذ کے لیے یاوہ گوئیوں پر کان دھرے بغیر اپنے راستہ پر گامزن رہے گی۔ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ، وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ"۔ (تمہارا کیا خیال ہے کہ بہتر انسان وہ ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا کے خوف اور اس کی رضا کی طلب پر رکھی ہو یا وہ جس نے اپنی عمارت ایک وادی کی کھوکھلی بے ثبات کگر پر اٹھائی اور وہ اُسے لے کر سیدھی جہنم کی آگ میں جا گری؟ ایسے ظالم لوگوں کو اللہ کبھی سیدھی راہ نہیں دکھاتا۔ یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں بے یقینی کی جڑ بنی رہے گی۔ بجز اس کے کہ ان کے دل ہی پارہ پارہ ہو جائیں۔ اللہ نہایت باخبر اور حکیم و دانا ہے)۔